طارق جان

نام کتاب	:	Central Asia After The Empire (وسطی ایشیاء سلطنت کے زوال کے بعد)
ناشر	:	پلوٹو پریس، لندن (برطانیہ)، شکاگو (ریاست ہائے متحدہ امریکہ) باشتراک ٹرانیشنل انسٹی ٹیوٹ، ایمسٹرڈم (ہالینڈ)
سال اشاعت	:	۱۹۹۶ء
صفحات	:	۱۰۳
قیمت	:	۹۵ء ۹ برطانوی پاؤنڈ

سوویت یونین کا زوال اور اس کے ساتھ وسطی ایشیائی مسلم ریاستوں کا آزاد ممالک کی حیثیت سے منصۂ شہود پر آنا گو اس صدی کا ایک محیرالعقول واقعہ ہے مگر حقیقت حال یہ ہے کہ ابھی تک کوئی ایسی کتاب سامنے نہیں آئی جس سے ان ممالک کے سوویت عہد کے مابعد کے حالات سے کماحقہ آگاہی حاصل ہو۔ مثلاً" سوویت یونین کے زوال کے بعد وہاں سیاسی و سماجی حالات کس نہج پر جارہے ہیں؟ معاشی طور پر وہ کس کیفیت سے دوچار ہیں؟ ان نو آزاد ریاستوں میں روسی فیڈریشن کا اب کیا کردار ہے؟ کیا یہ نوآزاد مسلم خطہ اپنی ماضی کی شناخت کی بازیابی میں کامیاب ہوسکے گا؟ کیا ان ریاستوں کی تشکیل نو میں اسلام کا کوئی کردار ہے؟ یا ہو گا؟ یہ اور اس طرح کے دیگر سوالات کا جواب روسی نژاد یوری کلچک، آندرے فیدین اور وکٹر سرجیف نے اپنی کتاب "وسطی ایشیاء: سلطنت کے زوال کے بعد"(Cental Asia Ofter the Empire) میں دینے کی سعی کی ہے۔ جسے پڑھنے کے بعد ایک جہاں نو اپنے تمام تر مسائل کے ساتھ سامنے آکھڑا ہوتا ہے۔ یہ کتاب اس سے قبل روسی زبان میں چھپی تھی اور اب اسے پلوٹو پریس، لندن اور شکاگو نے ٹرانیشنل انسٹی ٹیوٹ (ایمسٹرڈم) کے اشتراک سے انگریزی میں امریکہ سے شائع کیا ہے۔

وسطی ایشیائی ریاستوں کے علاقے پر زار شاہی روس نے اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں

قبضہ کیا اور بعد میں سوویت عہد میں علاقے کے مسلم عوام کا رشتہ مسلم دنیا سے کاٹ کر انہیں جعلی شناخت دے کر "خود مختار جمہوریاؤں" کی حیثیت دی گئی۔ یہ علاقہ روسی قبضے میں چلے جانے سے قبل دریائے وولگا (یورال) سے کوہ پامیر تک اور بحیرۂ کیسپین سے لے کر الطائی پہاڑوں کے سلسلہ تک ایک جغرافیائی وحدت پر مشتمل تھا۔ علاقے میں بسنے والے مسلم عوام کی زندگی کے رویے' ان کی سوچ اور تہذیبی شناخت یکسانگی کے حامل تھے۔

باوجودیکہ نسلی اور لسانی اعتبار سے خطے کے مسلم عوام میں ہم آہنگی نہیں تھی تاہم جس چیز نے انہیں ایک تہذیبی اکائی بنایا تھا وہ اسلام کا آفاقی نظریہ حیات تھا جوکہ تاریخ کے ایک طویل عمل سے ایک مشترکہ وراثت کی شکل اختیار کر گیا تھا۔

دوسرے علاقوں کی طرح یہاں کے عوام بھی اسلام قبول کرتے ہی تاریخ کی روشنی میں نکھر گئے۔ اس خطے سے تعلق رکھنے والی مشہور مسلم شخصیات فارابی' ابن الہیثم' ابن سینا' خوازمی' عبداللہ ابن مبارکؒ' امام بخاری اور امام مسلم سے لے کر نسائی اور ابو داؤد جیسے محدثین پوری مسلم دنیا کی آنکھ کا تارہ بن گئے اور بخارا اور سمرقند' بغداد اور دمشق کی طرح اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ بن گئے۔ لیکن پھر ایک ایسا وقت بھی آیا کہ ان علاقوں کی خوش بختی سیاہ بختی میں بدل گئی۔ نہ صرف روسیوں نے انہیں مسلم دنیا سے کاٹ دیا بلکہ ان کی تہذیبی شناخت تباہ برباد کردی۔ انہیں بے ہنگم قطعات میں تقسیم کرکے ان کی جعلی قومیتیں بنائی گئیں تاکہ زار روس اور بعد میں سوویت یونین کے سیاسی اور تزویراتی مفادات کی تکمیل ہو سکے۔ یہ کوئی نیا کھیل نہ تھا اسی قسم کا کھیل مشرق وسطی میں بھی انگریزوں اور فرانسیسیوں نے کھیلا تھا تاکہ مسلم امہ کی وحدت کو ختم کیا جاسکے۔ روسیوں نے البتہ ایک کام ایسا کیا جو دوسرے نہ کرسکے انہوں نے پوری دونسلوں کو روسی زبان ایک متبادل زبان کے طور پر منتقل کردی جس سے یہ علاقے ایک طویل عرصے کے لیے روسی تہذیبی تسلط میں آگئے۔ ساتھ ہی یہاں کے مسلم عوام کو مساجد کی شکل میں اپنے تہذیبی ورثے اور روحانی تربیت گاہوں سے تعلق شہروں کی حد تک منقطع کرنے پر مجبور کر دیا گیا' البتہ دیہی علاقوں میں باوجود کوشش کے یہ تعلق قائم رہا۔ یہ علاقہ جوکہ ۶۰ لاکھ مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد لاتعداد مسائل کا شکار ہے جوکہ روسی (اور سوویت) نو آبادتی نظام سے انہیں بطور ورثہ ملے ہیں۔ سوویت یونین نے ان علاقوں پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے ان کی معیشت کو مرکز (ماسکو) سے وابستہ کر لیا تھا' جس کے نتیجے میں ان کی اقتصادیات میں مرکز پر انحصار (dependence) کو کلیدی اہمیت حاصل ہوگئی۔ اس

قسم کے نظام میں یہ ضروری ہوتا ہے کہ معیشت کو اس طرح سے منظم کیا جائے کہ وہ استعماری سہارے کے بغیر ایک قدم نہ چل سکے اور اس طرح سے ایک نو آبادیاتی ذہن پرورش پائے' جو استعماری تعلق کو ستائش کی نگاہ سے دیکھے اور depence کو اپنے حق میں سمجھے۔ مثلاً" سوویت یونین نے وسطی ایشیا میں بعض علاقوں کو کپاس کی کاشت کے لیے مخصوص کیا لیکن ٹیکسٹائل اور اس سے متعلقہ صنعت کو روسی علاقہ جات میں محدود کر دیا۔ کپاس کی پیداوار کے لیے پانی کی وافر مقدار ضروری ہوتی ہے اور یہ بات شاید بہت سوں کے لیے باعث حیرت ہوگی کہ آج "سیر دریا" اور "آمو دریا" تقریباً" خشک ہوگئے ہیں۔ خود ارال جھیل کی سطح خطرناک حد تک گر چکی ہے اور شاید اگلی صدی میں یہ جھیل ناپید ہو جائے۔ موجودہ وسطی ایشیا میں یرقان پھیپھڑوں اور تھائیرائیڈ غدود کی بیماریاں پھیل گئی ہیں۔ کپاس کی فصل پر ادویات کے بے تحاشا استعمال سے بچے رحم مادر میں ہی متاثر ہو رہے ہیں اور پیدائشی طور پر معذور بچوں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ مصنفین کے مطابق ہزاروں ٹن نمک پامیر کی برفانی چوٹیوں پر گرتا ہے جس سے سیلاب بڑھ گئے ہیں اور ساتھ ہی مٹی گرنے کا عمل بھی تیز ہو گیا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ پینے کے لیے پانی کم ہوتا جارہا ہے۔ زراعت زوال پذیر ہے۔ نتیجتاً" ازبکستان خوردنی اشیا کا اٹھاسی فیصد' گوشت اور مکھن کا پچپن فیصد اور چینی کی ضروریات سو فیصد درآمد کرتا ہے۔

صنعتی حالت بھی کوئی زیادہ اچھی نہیں ہے۔ قازقستان میں ہزاروں صنعتیں بند پڑی ہیں صرف سال ۱۹۹۷ء میں ایک ہزار صنعتی یونٹ بند ہوئے۔ اس کی ایک وجہ تو سوویت یونین کا منتشر ہونا ہے۔ کمیونسٹوں نے جو صنعتیں وسطی ایشیا میں لگائی تھیں ان کی نوعیت فوجی تھی۔ سوویت یونین کے ٹوٹنے سے یہ عظیم صنعتی ہیکل بیکار ہو گیا ہے۔ یہاں سے پیداوار کے لیے خام مال روسی فیڈریشن سے آتا تھا۔ چنانچہ اس حربی صنعت سے استفادہ نو آزاد ممالک کے لیے ناممکن ہوگیا ہے۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود وسطی ایشیا کے زمینی وسائل بے پناہ ہیں۔ دنیا بھر میں صرف قازقستان اور ترکمنستان کے تیل کے ذخائر تیسرے درجے پر اور گیس کے چوتھے درجے پر ہیں۔ ازبکستان آبادی کے لحاظ سے روس اور یوکرائن کے بعد تیسرا بڑا ملک ہے اور توقع ہے کہ آئندہ ۲۵ سالوں میں اس کی آبادی دگنی ہو جائیگی۔ بلاشبہ اس کے صنعتی امکانات پاکستان اور ایران سے بھی زیادہ ہیں۔

جدید روس اور وسطی ایشیا

باوجود اس کے کہ سوویت یونین کا شیرازہ بکھر چکا ہے' خطے میں روسی اثر و رسوخ نہ صرف برقرار رہنے کا امکان ہے بلکہ مستقبل میں زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کی وجہ خطے میں کثیر تعداد میں روسی آبادی کی موجودگی ہے۔ روسیوں کو ایک مربوط حکمت عملی کے تحت وسطی ایشیائی ریاستوں میں بسایا گیا تھا تاکہ وہ صنعت کا پہیہ چلائیں اور مسلمان آبادی کی وحدت کو منقسم رکھ سکیں اور یوں سوویت استعمار کو قائم رکھا جاسکے۔ اسی لیے باوجود طویل عرصہ سے خطہ میں آباد رہنے کے وہ مقامی آبادی میں ضم نہ ہوسکے۔ اس کے برعکس ہوا یہ کہ شہروں میں ان کی کثیر تعداد میں موجودگی سے مغربیت اور اس سے وابستہ آزادروی اور ملحدانہ خیالات پھیلے۔

آزاد ریاستوں کے ظہور کے بعد بھی پرانے کمیونسٹ رہنماؤں کے اقتدار سے چمٹے رہنے اور منڈی کی معیشت اپنانے کے سلسلے میں ان کی طرف سے ماسکو کی تقلید پر مبنی پالیسیوں کی بدولت خطے کی اقتصادیات پر روس تسلط بدستور باقی رہنے کا امکان ہے۔ اس میں رکاوٹ اگر آسکتی ہے تو وہ نئے قوم پرست قائدین کا متوقع ظہور ہے جو اپنا آزاد وجود منوانا چاہیں گے۔ تاہم امکان یہی ہے کہ نئی قوم پرست قیادتیں بھی روسی آبادی کی نقل مکانی کی حوصلہ شکنی پر اپنے آپ کو مجبور پائیں گی۔ وہ روسی آبادی کو مقامی --- یا دیگر نو آزاد ریاستوں کے ساتھ --- تنازعات میں روسی افواج کی اعانت حاصل کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہیں گے جیسے کہ تاجکستان میں فی الوقعہ ہوا۔

دوسری طرف خود روسی حکومت یہ چاہتی ہے کہ موجودہ وسطی ایشیائی حکمرانوں کو تحفظ دیا جائے تاکہ انتخابی جمہوریت کو روکا جاسکے۔ روسیوں کا خیال ہے کہ انتخابی عمل سے اسلامی قوتیں اقتدار میں آسکتی ہیں۔ اس میں بہ ہر طور یہ بات بڑی عجیب ہے کہ اسلامی قوتوں کا خطرہ وسطی ایشیائی ریاستوں کے مقتدر حلقوں کے جائزوں کے مطابق جتنا کم ہوگا اتنا ہی روسی اثرات علاقہ میں کمزور متصور ہونگے۔ یہ اغلباً وہ صورت حال ہے کہ جس میں صدر کریموف جیسے لوگ مغرب کی موجودگی کو پسند کریں گے۔ امریکی تو یہ پیشکش بھی کر چکے ہیں کہ وہ ایک قومی فوج کی تشکیل میں مدد دینے کے لیے تیار ہیں۔

وسطی ایشیا: متوقع علاقائی طاقت

خود وسطی ایشیائی ریاستوں کے مابین علاقائی طاقت کے کردار کے حصول کا مسئلہ اپنی جگہ اہم

ہے۔ ازبکستان اور قازقستان آبادی اور رقبے کی بدولت قائدانہ کردار ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں اور اس کردار کے دعویدار بھی ہیں۔ ازبکستان کو انفرادیت حاصل ہے کیونکہ بخارا اور سمرقند کے قدیم تہذیبی مراکز اسی ملک میں ہیں۔ ماضی قریب میں تاجکستان کے تنازعہ میں ازبکوں نے روسیوں کے ساتھ مل کر اسلامک ڈیموکریٹک اتحاد کو ناکام بنایا۔ خود افغانستان کے اندرونی معاملات میں ازبک اپنے ہم نسل رشید دوستم کی مدد کر رہے ہیں۔ کیونکہ ازبک قیادت کے نقطۂ نظر سے اگر تاجکستان - افغانستان - ازبکستان کی مثلث اسلامی قوتوں کے قبضہ تصرف میں آجائے تو سارے علاقے کے استحکام کو خطرات درپیش ہوجائیں گے۔ ازبکستان یوں تو اسلامی برادری کی بات کرتا ہے لیکن یہ محض دکھاوا ہوتا ہے۔ ترکی اور پاکستان کے ساتھ اس کے تعلقات اچھے نہیں ہیں صدر کریموف کی حکومت کی خواہش ہے کہ غیر مسلم قوتوں --- انڈیا اور اسرائیل ---سے اسلامی تحریکات کے خلاف اپنے آپ کو قوت بہم پہنچائے۔

قازقستان شدید روسی دباؤ میں ہے اور اس کی فطری خواہش ہے کہ وسطی ایشیائی ریاستیں کسی ایسی وحدت میں آجائیں جس سے روس کے ساتھ تعلقات میں توازن آسکے اور روسی دباؤ سے نکلا جاسکے۔

اسلام اور وسطی ایشیا

پان اسلام ازم کے حوالے سے یہ بات کہی جاسکتی ہیں کہ وسطی ایشیائی ریاستوں کی موجودہ قیادتیں سیاست اور معیشت میں اسلام کا کردار تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کے لیے قابل قبول سیاسی اور اقتصادی ماڈل ترکی اور مصر کے سیکولر نظام سیاست و معیشت ہیں۔ ایران علاقہ میں انتہائی اہم مقام رکھتا ہے۔ اور وہ اپنے معاشی تعلقات کو بھی علاقہ کے ساتھ مربوط کر رہا ہے تاکہ امریکہ کی طرف سے مسلط کئے گئے حصار کو توڑ سکے۔ لیکن تاجکستان میں اسلامی قوتوں کے ساتھ اس کا اشتراک و تعاون نہ روس کو پسند ہے اور نہ ہی وسطی ایشیائی ریاستوں کے متعدد حلقوں کو۔

افغانستان کا بحران اور طالبان کا عروج و اقتدار خود (وسطی ایشیا کے حکمرانوں کے نقطۂ نظر سے) اپنے اندر مضر امکانات لئے ہوئے ہے۔ صدر کریموف کا یہ اعلان کہ تاجک سرحدوں کی پامالی تمام وسطی ایشیائی ریاستوں کی پامالی سمجھا جائے گا اسی سوچ کا مظہر ہے۔ ازبکستان کا روس سے قومی معاہدہ بھی اس سلسلہ کی کڑی ہے کہ طالبان کے اثر و رسوخ کو --- افغان تاجکستان

-- سرحدوں تک پہنچنے سے روکا جاسکے۔

چین اور وسطی ایشیا

چونکہ پاکستان' ایران اور مشرق وسطی کے مسلمان ممالک کے ساتھ تجارت اور اقتصادی تعاون کے امکانات وسطی ایشیائی ریاستوں کی ضروریات اور توقعات سے کم ہیں اس لیے چین اپنی حیرت انگیز ترقی' بے پناہ اقتصادی امکانات اور بہت بڑی آبادی کے پیش نظر علاقہ میں اہم کردار ادا کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چین نے انتہائی سوجھ بوجھ کا ثبوت دیتے ہوئے وسطی ایشیائی ریاستوں کے ساتھ اپنے علاقائی تنازعات ایک حد تک طے کر لیے ہیں۔ چین اس وقت اپنی کثیر سرمایہ کاری کی بدولت ترکی اور امریکہ سے آگے ہے۔ عین ممکن ہے کہ مستقبل قریب میں چین خطے میں روسی اثرات کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ چین کے لیے خطے میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مغربی چینی علاقوں کی ترقی کا عمل وسطی ایشیائی ریاستوں کے ساتھ منسلک ہے۔ چینی کسی صورت یہ نہیں چاہیں گے کہ مغربی چین اور وسطی ایشیائی ریاستوں کے مابین اقتصادی تعاون کے ان تعلقات میں رخنہ پیدا ہو۔ اس بات کا امکان ہے کہ چین کے سرمایہ اور فنی مہارت سے ایک نیا تیزی سے ترقی پذیر تجارتی (اور اقتصادی) خطہ ابھر کر سامنے آجائے جو مشرقی ایشیا کا جواب ہو۔ اس وقت صرف قازقستان سے چین کیمیکلز سے لے کر فولاد اور تیل و گیس جیسی بنیادی اشیا خرید رہا ہے۔

قازقستان - چین تجارت کا یہ پہلو بذات خود باہمی اقتصادی تعاون کی زبردست بنیاد فراہم کرتا ہے۔ جو مستقبل میں علاقے کی اقتصادی ترقی کی صورت گری میں اہم کردار ادا کرسکنے کی چینی صلاحیت کی نشاندہی کرتا ہے۔

پان ترک ازم

خطے کے سیاسی مستقبل کے حوالہ سے پان ترک ازم بھی ایک متحرک نظریہ ہے' جس کی جڑیں ۱۸۴۳ء کی (تاتار) جدید تحریک میں پیوستہ ہیں۔ جو مشترکہ تہذیبی ورثہ کی علمبردار تھی۔ تہذیبی وراثت یقیناً" سیاسی وحدت کے حصول کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد ترکی نے مستعدی کے ساتھ ترک ازم کے نظریہ کی آبیاری کی۔ لاکھوں ڈالر سے سٹیلائیٹ ٹیلی ویژن کا بندوبست کیا گیا۔ ساتھ ہی طلبہ کے لیے مطالعاتی پروگراموں کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا اور اس سے بڑھ کر دفاع' قانون نافذ کرنے والی ایجنسیوں کی تربیت اور ٹیکنالوجی کے شعبوں

میں تعاون کی راہیں تلاش کی گئیں جسے روس نے قطعاً پسند نہیں کیا۔

سال ۱۹۹۲ء میں وسط ایشیائی ریاستوں کی طرف سے ای سی او میں شمولیت کے بعد ترکی کو پان ترکزم کا نظریہ آگے بڑھانے کے لیے مزید امکانات نظر آنے لگے۔ دوسری طرف ایران بھی ای سی او میں ان ممالک کی شمولیت کے بعد ان کے ساتھ قریبی تعلقات کے لیے سرگرم ہو گیا ہے۔ ان سرگرمیوں میں تیجان - سرخس ریلوے روڈ کی تعمیر شامل ہے جوکہ ٹرانس ایشین ریلوے کا اہم حصہ ہوگی اور بیجنگ اور استنبول کو ایران کے راستے آپس میں ملائے گی۔ اس کے ساتھ ہی بحیرۂ کیسپین کی اکاتو بندرگاہ اور شاہراہ اندیجان- روس --- ارگاشتوم - کاشغر جوکہ پاکستان اور چین کے ساتھ براہ راست مواصلات کا باعث بنے گی شامل ہیں۔ ای سی او کے دائرہ کار کے اندر ترکی کی طرف سے وسط ایشیائی عوام کی ترک شناخت پر زور دیتے ہوئے پان ترکزم کو آگے بڑھانے کا عمل دکھائی دے رہا ہے ۔ اس کی وجہ وسطی ایشیائی عوام کے ترک لہجوں اور خود ترکی کی ترک زبان میں واضح فرق اور دیگر تہذیبی اختلافات ہیں جنہیں گذشتہ سو سال تک وسط ایشیائی ترک عوام کے سوویت استعمار کے زیر سایہ رہنے اور ترکی کی طرف سے مغربی تہذیب اپنانے نے جنم دیا ہے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال اسلام کو بھی درپیش ہے۔ فریڈ ہالی ڈے جس نے کتاب کا مقدمہ لکھا ہے' اس خیال سے متفق ہے کہ مستقبل قریب میں اسلام خطے میں کوئی اہم کردار ادا نہیں کرسکے گا۔ اپنے مندرجات کے حوالے سے اور تجزیہ کی بنا پر یہ کتاب نو آزاد وسطی ایشیا کے بارے میں قابل قدر معلومات فراہم کرتی ہے۔ اسلوب علمی ہے اور کہیں بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ مصنفین تعصب کا مظاہرہ کررہے ہیں۔